# یومِ فتحِ قادیان (21/اکتوبر 1934ء)

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

برطانوی اِستعمار کے متحدہ ہندوستان میں قادیانیت کی تخلیق کے بنیادی مقاصد میں انگریز سرکار کے لیے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا، جذبۂ جہاد کی رُوح کا خاتمہ اور مسلمانوں میں مذہب کے نام پر نئے اِرتدادی فتنے کی ترویج تھی۔ اس لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کے ایماء پر مرحلہ وار مجدد، مہدی اور نبی ہونے کے دعوے کر کے اُمت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا بیج بویا اور جہاد کے خلاف تحریروں کا آغاز کیا۔ مرزا قادیانی مشرقی پنجاب (انڈیا) کے ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان کا رہنے والا تھا۔ اِس لیے قادیانیوں کے نزدیک قادیان کو مقدس مقام کا درجہ حاصل تھا۔ مرزا قادیانی کے بعد اُس کے بیٹے مرزا بشیر الدین کے قادیانی جماعت کی سربراہی سنبھالتے ہی قادیان میں اُس کی آمرانہ حکومت قائم ہوگئی اور غیر قادیانیوں خصوصاً مسلمانوں پر زندگی تنگ کردی گئی۔ مسلمانوں کو سماجی بائیکاٹ اور ظلم و تشدد کے حربوں سے اس قدر زِچ کر دیا گیا تھا کہ اُن کے لیے قادیانیت قبول کر لینے یا قادیان چھوڑ دینے کے سوا کوئی تیسرا راستہ باقی نہ رہا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کی آمرانہ اور استبدادی طبیعت کی وجہ سے مرزائی جماعت میں بھی پھوٹ پڑ گئی اور وہ لاہوری اور قادیانی؛ دو ذیلی فرقوں میں بٹ گئی۔ مرکزی دھارے کی مرزائی جماعت قادیانی کہلاتی ہے اور دوسری جماعت لاہور میں مرکز ہونے کی وجہ سے لاہوری کہلاتی ہے۔ ان روزوں اکثر لبرل پلیٹ فارمز پر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ مولوی احمدیوں کو قادیانی کیوں کہتے ہیں؟ تو اس کا تاریخی پس منظر یہی ہے۔ جب عام مسلمان اور خاص طور پر مرزائی مذہب کی تاریخ سے آگاہی رکھنے والے مسلمان قادیانی کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد مرزائیوں اور احمدیوں کا ایک خاص فرقہ ہوتا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ جب کہ دوسرا فرقہ لاہوری فرقہ ہے جس کے خیال میں مرزا قادیانی نبی نہیں تھا بلکہ ایک مجذوب صوفی اور مصلح و مجدد تھا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما تحریک کشمیر (1931ء) کے اجراء اور اُس کے نتیجے میں قید و بند سے آزاد ہوئے ہی تھے کہ اُنھی دنوں قادیان کے مظلوم مسلمانوں نے اُنہیں دادرَسی کی درخواست اور وہاں کے دردناک حالات و واقعات پر مشتمل ایک خط ارسال کیا۔ افسوسناک واقعات سے آگاہی پا کر احرار رہنماؤں میں اضطراب کی شدید لہر دوڑ گئی اور اُنہوں نے میدان میں اُترنے کا فیصلہ کرلیا۔ جنوری 1934ء میں مولانا عنایت اللہ چشتیؒ کو قادیان میں بحیثیت احرار مبلّغ تعینات کر کے وہاں دفترِ احرار کھول دیا گیا۔ یہ قادیان کی تاریخ میں پہلی بار کسی مسلمان جماعت کا قادیانیوں کے مقابل آنے اور قادیان میں ڈیرہ لگانے کا جرأت مندانہ فیصلہ تھا۔ مجلس احرار اسلام نے ختم نبوت کے تحفظ، قادیانیت کے طلسم کو توڑنے اور اُس کے منفی اثرات کے خاتمے کے لیے اپریل 1934ء میں جماعت کا ایک غیر سیاسی شعبہ ''شعبۂ

تبلیغ'' کے نام سے قائم کیا۔ اِسی اثناء میں احرار رہنماؤں نے 21، 22، 23/ اکتوبر 1934ء کو قادیان میں تاریخ ساز تین روزہ آل انڈیا احرار تبلیغ کانفرنس کے انعقاد کا جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔

قادیان، ایک قادیانی ریاست کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ جہاں قادیانیوں کو انگریز حکام کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ وہاں قادیانیوں کے بارے میں کچھ کہنے کی جسارت کرنا، گردن زدنی کے مترادف تھا۔ متعدد علمائے کرام تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں قادیانیوں کے ہاتھوں پٹ چکے تھے۔ ظلم اور وحشت کی اس فضا میں قادیان میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد بہت جرأت آزما اور بڑے دل گردے کا کام تھا۔ قادیان مرزائی نبوت کے شاہی خاندان کا ملکیتی قصبہ تھا۔ اپنے علاقہ میں وہ ایسی کانفرنس کا منعقد ہونا کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ اس لیے کانفرنس کے لیے متعینہ جگہ کے گرد قادیانیوں نے چار دیواری تعمیر کر دی۔ آخر کار قادیان کی غربی سمت آریہ ہندوؤں کے قائم کردہ ایک سکول کی کئی ایکڑ پر مشتمل وسیع اراضی کو کانفرنس کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

احرار ختم نبوت کانفرنس کا شہرہ برصغیر کے کونے کونے تک پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں کی اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اُن کے ناموس پر مرمٹنے کا جذبہ دیدنی تھا۔ ہندوستان کے ہر علاقے بالخصوص پنجاب میں کہ جہاں سے قادیانیت نے جنم لیا تھا، مسلمانوں کا جوش و جذبہ اپنے عروج پر تھا۔ ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان قادیان پہنچ رہے تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 2 لاکھ سے زیادہ ختم نبوت کے پروانوں نے اپنے آقا ﷺ کے ناموس کی حفاظت کے عزم کے لیے کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ احرار کا قادیان میں فاتحانہ داخلہ تھا۔ ہندوستان کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام کی بڑی تعداد ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوئی۔ جن میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد علی لاہوری، حضرت خواجہ فضل علی قریشی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ظفر علی خان، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، صاحبزادہ سید فیض الحسن، مفتی عبدالرحیم پوپلزئی، مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمہم اللہ تعالیٰ، سمیت احرار کے تمام مرکزی قائدین شامل تھے۔ کانفرنس حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں آپ نے تاریخی تقریر فرمائی۔

مجلس احرار اسلام کے قادیان میں فاتحانہ داخلے اور ختم نبوت کانفرنس کی تاریخی کامیابی نے مسلمانانِ ہند کے اذہان و قلوب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ کانفرنس کا ایک منفرد نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو قادیانیوں کے کفریہ عقائد سے ناواقفیت کی بناء پر اُنہیں مسلمانوں میں شامل سمجھتے تھے اور مسئلہ ختم نبوت کو محض ''احراری، احمدی تنازع'' اور مسلم گروہوں کا فرقہ وارانہ جھگڑا خیال کرتے تھے، مقررین کے مضبوط دلائل سے متاثر ہوئے، نیز تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو ایک ہی سٹیج پر براجمان اور ختم نبوت کے یک نکاتی ایجنڈے پر متحد دیکھ کر قادیانیت کے خلاف اُن کے عقائد میں مزید پختگی پیدا ہوگئی۔ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ مسلمان قادیانیوں کی سازشوں سے باخبر ہوگئے۔ جبکہ قادیان کے مسلمانوں کو بہت حوصلہ ملا کہ اب قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر ہونے میں سارا ہندوستانی مسلمان اُن کا پشت پناہ ہے۔ دوسری طرف قادیانی

فرعونیت کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور احرار کے قادیان میں فاتحانہ داخلے سے قادیانیوں پر یہ واضح ہوگیا کہ ظلم و دھونس سے مقامی مسلمان آبادی کو مزید دبائے رکھنا ممکن نہیں رہا، کیونکہ اب قادیانیوں کے مقابلے میں قادیان کے نہتے اور مظلوم مسلمان ہی نہیں، بلکہ مجلس احرار اسلام جیسی ملک گیر دائرۂ عمل اور تنظیم رکھنے والی جماعت آچکی تھی۔ جس کے مقابل آنا اب قادیانیوں کے لیے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا۔

غرض یہ کہ قادیان میں احرار کے فاتحانہ داخلے، ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد اور بعد میں مجلس احرار کے زیرِ انتظام مرحلہ وار مسجد ختم نبوت اور مدرسہ جامعہ محمدیہ کی تعمیر اور قادیان کے غریبوں کے لیے دیسی کھڈیوں اور سکول کے قیام وغیرہ جیسے اقدامات سے وہاں کے مسلمان، قادیانیوں کے مقابلے میں مضبوط ہوتے گئے اور قادیانیت کا مکروہ چہرہ انصاف پسند حلقوں پر مزید واضح ہوتا گیا۔ قادیانیت کے بے نقاب ہونے سے مسلمانوں کے تمام طبقات بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے پر قادیانیت کے اصل خدوخال واضح ہوئے اور اُس کے نتیجہ میں علامہ اقبالؒ جیسی عظیم قومی شخصیت کے قلم سے قادیانیوں کے خلاف مضامین نکلے۔ جن کی بدولت قادیانیت کی اصل تصویر سب پر آشکار ہوتی چلی گئی۔ جانگسل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے تسلسل کے بعد بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے کفر وارتداد کے بارے میں قرآن وحدیث کے فیصلے کی توثیق کردی اور بالاتفاق اُنہیں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، جو دراصل قادیان سے شروع ہونے والی مسلمانوں کی اس بے مثال تاریخی جدوجہد کا منطقی نتیجہ تھا۔ درحقیقت اخلاص اور ایمانی غیرت سے آغاز پانے والے اقدامات ایسے ہی شاندار نتائج اور دُوررَس اثرات سے ہم کنار ہُوا کرتے ہیں۔

found.